پروفیسر محمد اختر صدیقی

علمیات میں ایک اسلامی زاویۂ نگاہ

انسان کے ادراکی قویٰ کے مطالعہ کے لیے قرآنی پس منظر

زیر نظر مطالعہ میری اُس کوشش کا ایک حصّہ ہے جو علمیات کے میدان میں اسلامی نقطۂ نظر کو متعّین کرنے کے لیے کی جا رہی ہے۔ اس میدان کا ایک اہم اور بنیادی سوال یہ ہے کہ انسان کے ادراکی قویٰ (Cognitive Powers) یا ذرائع علم (Sources of knowledge) کی اصل نوعیت کیا ہے ؟ اور یہ کہ اِن قویٰ سے حاصل ہونے والی معلومات علمی طور پر کیا مرتبہ رکھتی ہیں ؟ ---- زیر نظر مقالے میں صرف انہی سوالات کو سامنے رکھتے ہوئے قرآن مجید کا مطالعہ کیا گیا ہے اور ان سوالات کی تحقیق و تفتیش کے لئے قرآن مجید سے ایک Perspective فراہم کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

انسان کے ادراکی قویٰ کے بارے میں قرآنی Perspective کو صحیح طور پر سمجھنے کے لئے ضروری ہے کہ پہلے مجموعی طور پر پوری انسانی زندگی کے بارے میں قرآن کے فراہم کردہ تصّورزندگی پر ایک سرسرَی نگاہ ڈال لی‌جائے۔ کیونکہ بہرصورت ادراکی قوی کے بارے میں ہر قرآنی نقطۂ نظر لازماً قرآن کے فراہم کردہ تصّور زندگی سے ماخوذ ہو گا یا کم از کم اس سے عدم منافات کی نسبت رکھتا ہو گا۔

انسان کی زندگی کے بارے میں قرآن کا تصوّر

انسان اس زمین پر خدا کا نائب (خلیفہ) ہے۔ خدا نے اسے پیدا کیا۔ جاننے ، سوچنے اور سمجھنے کی قوتیں دیں۔ بھلائی اور برائی کی تمیز دی ، انتخاب و ارادہ کی آزادی بخشی ، تصرّف کے اختیارات دیے اور ایک طرح کی محدود خود

اختیاری دے کر اسے زمین پر اپنا خلیفہ بنایا اس زمین پر انسان کا قیام ایک محدود وقت کیلئے ہے ۔ یہ وقت اس کی مدّت امتحان ہے اور اسکے بعد اسے اپنے خالق کی طرف لوٹنا ہوگا اور اس وقت اسکے یہاں کیے گئے اعمال کی جانچ کر کے یہ فیصلہ کیا جائے گا کہ کون امتحان میں کامیاب ہوا اور کون ناکام ۔ اس دنیا میں انسان کو صحیح راستہ دکھا دیا گیا ہے اور اسے یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو اپنی سوچنے سمجھنے کی قوتیں استعمال کرتے ہوئے صحیح راستہ اختیار کرکے آخری حقیقی کامیابی حاصل کرلے جو اس دنیا میں طمانیت اور اخروی زندگی میں ابدی کامیابی کا نام ہے، تاہم اسے یہ اختیار بھی دیا گیا ہے کہ وہ چاہے تو اسکے برعکس رویّہ اختیار کرلے جسکے نتیجے میں اسے دنیا میں فساد اور بےچینی کا مزا چکھنا ہوگا اور آخرت میں اسے ابدی ناکامی کا سامنا کرنا پڑے گا اور رنج و مصیبت کے گڑھے (جہنم) میں پھینک دیا جائے گا ۔

قرآنی تصّور زندگی کے مطابق نوع انسانی کے اولین افراد جہالت اور تاریکی کی حالت میں پیدا نہیں ہوئے بلکہ خدا نے زمین پر انکی زندگی کا آغاز پوری روشنی میں کیا تھا ۔ وہ حقیقت سے آگاہ تھے، زندگی کے بارے میں واضح تصّور رکھتے تھے اور انکا طرز زندگی خدا کی اطاعت (یعنی اسلام) تھا ۔ لیکن بعد کی صدیوں میں رفتہ رفتہ انسان صحیح طریق زندگی سے منحرف ہو کر مختلف اقسام کے غلط رویوں کی طرف چل پڑے ۔ انہوں نے غفلت سے صحیح طریق کو گم بھی کیا اور شرارت سے خیالی و مادّی ہستیوں کو خدائی میں شریک ٹھہرالیا اور خدا کے دیے ہوئے علم حقیقت میں طرح طرح کے اوہام و نظریات اور فلسفوں کی آمیزش کر کے بے شمار مذاہب بنا ڈالے اور یوں تہذیب و انصاف کے اصول چھوڑ کر خواہشات اور تعصّبات کے زیر اثر ایسے قوانین گھڑ لیے جنہوں نے دنیا کو ظلم سے بھر دیا ۔ انسان کو دی گئی محدود خود اختیاری کے ساتھ یہ بات مطابقت نہ رکھتی تھی کہ خدا انسان کو زبردستی صحیح راستے پر چلنے کے لیے مجبور کرتا ۔ پس خدا نے انسان کے محدود خود اختیاری باقی رکھتے ہوئے انسان کی مزید ہدایت کے لیے یہ طریقہ اختیار کیا کہ

خود انسانوں ھی میں سے بعض ایسے انسانوں کو جو خدا پر ایمان رکھنے والے اور اس کی رضا کے خواھاں تھے ، اپنا نمائندہ بنایا اور اپنے پیغامات ان کے پاس بھیجے ۔ ان کو علم حقیقت بخشا اور سوچنے اور سمجھنے کی قوتوں کو استعمال کرنے کے لیے صحیح زاویۂ نگاہ سے آگاہ کیا اور ساتھ ھی اس کام پر مامور کیا کہ وہ بنی آدم کو اس راہِ راست پر پلٹنے کی دعوت دیں جس سے وہ ہٹ گئے تھے ۔ انبیا کی آمد کا یہ سلسلہ چلتا رھا ، حتی کہ آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مبعوث کیا گیا جن کی زندگی اپنی مکمل تفصیلات کے ساتھ اور جن کی ھدایت اپنی تمام جزئیات کے ساتھ انسان کے پاس بلاکم و کاست محفوظ ھے ۔

انسان کے ذرائع علم یا طرقِ علم

قرآن مجید کے پیش کردہ درج بالا تصوّر زندگی کا لازمی جزو یہ تصوّر ھے کہ انسان کو اس کرۂ ارضی پر اپنی مدتِ خلافت کے دوران جاننے ، سوچنے اور سمجھنے کی صلاحتیں عطا کی گئی ھیں ۔ لہذا منطقی طور پر اسلامی نقطۂ نگاہ کے مطابق Epistemological discussion کی گنجائش نکل آتی ھے ۔ انسان کے اندر جاننے ، سوچنے اور سمجھنے کی یہ صلاحتیں کون سی ھیں ؟ یا دوسرے الفاظ میں انسانی ذرائع علم یا طریقِ علم کیا ھیں ؟ اس سوال کو سامنے رکھتے ھوئے جب ھم قرآن کی طرف رجوع کرتے ھیں تو ھمیں نظر آتا ھے کہ قرآن میں انسانی صلاحیت کے طور پر یا انسان کی طرف نسبت کرتے ھوئے جن ذرائع علم یا طرقِ علم کا ذکر موجود ھے ان کے لیے انیس مختلف الفاظ یا ان کے مشتقات کو استعمال کیا گیا ھے ۔ ان الفاظ میں سمع ، بصر ، فؤاد ، ذوق ، لمس ، عقل ، قلب ، تفکّر ، تدبّر ، علم ، شعور ، احساس ، نظر ، رائے ، فہم ، تفقّہ ، ظن ، فرض اور حکم شامل ھیں ۔ یہ تمام الفاظ ان ذرائع یا طریقوں کی نشان دھی کرتے ھیں جن کو استعمال کر کے انسان خود اپنے بارے میں یا دوسری اشیا کے بارے میں واقفیت حاصل کرتا ھے ۔ یقیناً بعض ایسے انسانی ذرائع بھی ھو سکتے ھیں

جو اِن الفاظ کے دائرے سے باہر ہوں ـ کیونکہ قرآن کا مقصود بہرحال تمام انسانی ذرائع و اقفیت کا احاطہ کرنا نہیں معلوم ہوتا اور شاید یہ انسان کی اپنی جاننے، سوچنے اور سمجھنے کی صلاحیت پر چھوڑدیا گیا ہے کہ وہ نت نئے ذرائع و اقفیت تلاش کرے ـ تاہم ایسا محسوس ہوتا ہے کہ قرآن کی بعض آیات میں مذکورہ بالا تمام انسانی ذرائعِ واقفیت کو یکجا کر کے اجمالاً محض تین الفاظ میں بیان کردیا گیا ہے۔ یہ تین الفاظ سمع، بصر، اور فؤاد ہیں ـ مثلاً سورۃ السجدہ میں انسانی تخلیق کی ابتدا اور پھر اسکی نسل کے آغاز کا ذکر کرنے کے بعد کہا گیا ہے ثم سواہ ونفخ فیہ من روحہ و جعل لکم السّمع والابصار والأفئدہ قلیلاً ماتشکرون (پھرخدا نے اسے نَک سِک سے درست کیا اور اسکے اندر اپنی روح پھونک دی اور تم کو کان، آنکھیں اور دل دیے، مگر تم لوگ کم ہی شکرگزار بنتے ہو) اسی قسم کا مفہوم سورۃ مومنون کی آیت ۷۸ میں بھی موجود ہے ـ اسکے علاوہ سورہ بنی اسرائیل کی ایک آیت میں انسان کو یہ حکم دیاگیا ہے کہ، " ولاتقف مالیس لک بہ علم ط إن السّمع و البصر والفؤاد کل الئک کان عنہ مسئولا " (کسی ایسی چیز کے پیچھے نہ لگو جسکا تمہیں علم نہ ہو ـ یقیناً آنکھ کان اور دل سب کے بارے میں انسان سے باز پُرس ہوگی) درج بالا آیات میں سمع، بصر اور فؤاد کے الفاظ جن کا ترجمہ بالعموم ہمارے مفسرّین آنکھ، کان اور دل کرتے ہیں، اپنے مفہوم کے اعتبار سے انتہائی جامع الفاظ ہیں ـ دراصل قرآن مجید میں ان الفاظ کو اصطلاحات کے طور پر استعمال کیا گیا ہے اور ان اصطلاحات کے دائرے میں وہ تمام ذرائعِ یا طرق علم آجاتے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں انیس مختلف الفاظ یا ان کے مشتقات کے ساتھ کیاگیا ہے ـ ہمارے نزدیک درج بالا آیات میں سمع، بصر اور فؤاد کی اصطلاحات محض سننے دیکھنے اور سوچنے کی صلاحیت کے معنی میں استعمال نہیں ہوئیں ـ بلکہ سمع سے مراد دوسروں کی فراہم کردہ معلومات حاصل کرنے کی صلاحیت ہے اور بصر سے مراد مشاہدے اور تجربے کی بنا پر علم حاصل کرنے کی صلاحیت ہے۔ اور فؤاد (دل) سے مراد ان دونوں ذرائع سے

حاصل شدہ معلومات کو مرتب کرکے مزید غور و فکر اور نئے نتائج اخذ کرنے کی صلاحیّت ہے ۔ اوپر مذکورہ تمام اصطلاحات کو مفہوم کے اعتبار سے ان تین اصطلاحات میں سے کسی نہ کسی کے ذیل میں رکھا جا سکتا ہے ۔

انسانی ذرائع علم کی اصل نوعیت

یہ متعین کرنے کے بعد کہ سمع ، بصر اور فؤادقرآنی نقطۂ نگاہ کے مطابق انسان کے اہم ذرائع علم ہیں ، ہم زیر بحث سوال کے اس حصّے کی طرف متوجہ ہوتے ہیں کہ ان ذرائع علم کی اصل نوعیت کیا ہے ؟ اور ان ذرائع میں سے کون سا ذریعۂ علم آخری اور اصلی حیثیت رکھتا ہے ؟ نیز اس ذریعے سے حاصل ہونے والی معلومات اور مدرکات ، علمی اعتبار سے کس مرتبے کی حامل ہیں ؟ —— ہمارے سوال کا یہ حصّہ فلسفے میں برطانوی اور براعظمی مکاتب فکر کے درمیان ایک پرانی متنازعہ بحث سے مماثلت رکھتا ہے ہماری مراد بیکن (Bacon) ، لاک (Locke) برکلے (Berkeley) ہیوم (Hume) اور مل(Mill) کی روایتی تجربیّت (Classical expiricism) اور ڈیکارٹ (Descartes) ، اسپینوزا (Spinoza) اور لیبنیز (Leibniz) کی روایتی عقلیت یا وجدانیت (rationalism or intellectualism) سے ہے ۔ اس بحث میں اوّل الزکر مکتب فکر کا موقف یہ تھا کہ انسانی ذرائع علم میں اصلی اور آخری ذریعہ علم (Ultimate source of knowledge) کی حیثیت صرف مشاہدے اور تجربے کو حاصل ہے ، جبکہ ثانی الزکر مکتب اس بات پر زور دے رہا تھا کہ اصلی اور آخری ذریعہ علم واضح اور ممیّز نظریات کا حامل عقلی وُجدان ہے ۔ [1]

---

[1] ملاحظہ ہو کارل آر پاپر

Karl R. Popper "on the sources of knowledge and of ignorance" Studied in Philosophy, British Academy Lectures ed. by J.N. Findly (Oxford, 1966) pp.170-5

قرآن کی نظر میں مشاهدہ اور عقل (یعنی بصر اورفؤاد) دونوں انسان کےحصول علم میں نمایاں کردار ادا کرتے هیں تاهم ان دونوں ذرائع میں سے کسی کا بھی کرادر اس کرڈار سے بمشکل کوئی مماثلت رکھتا هے جسے درج بالا مکاتبِ فکر کےقدیم علمبردار ان ذرائع کی طرف منسوب کر کے پیش کرتے هیں۔ قرآن کی نگاہ میں ان دونوں ذرائع میں کوئی بھی ایک ایسے ذریعہ علم کی حیثیت نہیں رکھتا جسے آج تک کی تمام انسانی معلومات کا اصلی یا حتمی منبع و ماخذ قرار دیا جا سکے ۔ بلکہ قرآنی نقطہ نگاہ کے مطابق ان ذرائع میں کسی ایک کا حتمی اورآخری ماخذ هونا تو درکنار خود اس بات کی ضمانت بھی نہیں دی جا سکتی کہ یہ ذرائع علم انسان کو همیشہ صحیح معلومات بہم پہنچائیں گے ۔ بلکہ اکثر ایسا هوتا هے کہ یہ وسائل علم اپنے طریق کار میں انسان کی ذاتی خواهشات ، تعصبات اور ماحول کے زیر اثر هو کر انسان کی حقیقت کی طرف رهنمائی نہیں کرتے اور صورت حال کی غلط تصویر پیش کرنے لگتے هیں ۔ چنانچہ قرآن کہیں انسان کو ظلوم اور جھول کہتا هے اورکہیں عجلت پسند اور تھڑدلا قرار دیتا هے اور کہیں کہتا هے:۔

" وان کثیرًا لیضلّون باهواء هم بغیر علمٍ " [۲]

(بکثرت لوگوں کا حال یہ هے وہ کسی علم کے بغیر محض اپنی خواهشات کی بنا پر گمراہ کن باتیں کیے چلے جاتےهیں ۔)

بلکہ اس سے آگے بڑھ کر قرآن بعض انسانوں کے متعلق یہ تک کہتا هے ۔

" لهم آذان لا یسمعون بهاولهم اعین لا یبصرون بها ولهم قلوب لا یفقهوں بها اولئلك کالانعام بل هم اضل " [۳]

(ان کے کان هیں لیکن وہ ان سے سن نہیں سکتے ، ان کی آنکھیں هیں لیکن وہ دیکھتے نہیں اور ان کے دل هیں مگر وہ سمجھتے نہیں ۔ یہ لوگ جانوروں کی طرح بلکہ اس سے بھی بدتر هیں ۔)

---

[۲] الانعام/۱۱۹

[۳] الاعراف/۱۷۹

درج بالا آیات انسان کے وسائل علم کا خود اس کی خواہشات ، تعصّبات ، ماحول اور دیگر عوامل کے زیر اثر ہو جانے کا ثبوت فراہم کرتی ہیں اور یہیں سے یہ اعتقاد پیدا ہوتا ہے کہ کوئی انسان مکمل طور پر معصوم عن الخطا نہیں ہے ، لیکن اس کا ہرگز یہ مطلب نہ لیا جانا چاہیے کہ قرآن علمیاتی قنوطیت (Epistemological passimism) کا علمبردار ہے ۔ کیونکہ علمیاتی قنوطیت کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے ذرائع علم سے حقیقت تک رسائی کا اہل نہیں ۔ یہ تصّور فی الحقیقت انسان پر عدم اعتماد کا اظہار ہے اور تاریخی طور پر انسانی محرومیت کے اعتقاد کے ساتھ وابستہ ہے ۔ اس کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کو خطا اور بے راہ روی سے بچانے کے لیے سخت گیر قوانین ، مضبوط روایاتی بندھن اور جبّار حکم وجود میں لایا جائے ۔ ماضی کے مختلف ادوار میں قوموں کی غلامی میں اس اعتقاد نے بڑا کام کیا ہے ۔ لیکن قرآن کا مطالعہ کرنے والا ایک غیر جانب دار طالب علم قرآن میں ایسے شواہد پالے گا جو علمیاتی قنوطیت کے برعکس علمیاتی رجائیت (Epistemological optimism) کا تصّور پیش کرتے ہیں ۔ انسان کا معصوم عن الخطا نہ ہونا قرآن کے علمیاتی رجائیت کے تصّور سے ٹکراتا نہیں بلکہ اسے مہمیز عطا کرتا ہے ، بشرطیکہ قرآن کے زاویۂ نگاہ کو سمجھ لیا جائے ۔ قرآن کے علمیاتی رجائیت کے تصّور کو مختصر الفاظ میں یوں کہا جا سکتا ہے کہ " حق اور سچائی بہت وسیع اور اپنی جگہ بیّن اور واضح ہے ۔ تاہم اس پر کبھی پردہ بھی پڑ سکتا ہے لیکن یہ پردے کے پیچھے سے بھی منکشف ہوتی رہی ہے اور اگر خود منکشف نہیں ہوتی تو ہم اپنے ذرائع علم کے دیانت دارانہ استعمال سے اسے منکشف کر دیتے ہیں ۔ حقیقت پر سے پردہ اٹھانا مشکل ضرور ہوتا ہے لیکن اس کا جب کوئی ایک حصّہ بھی بے پردہ حقیقت کی صورت میں ہمارے سامنے آتا ہے تو ہم اسے دیکھنے کی صلاحیت رکھتے ہیں ، حق اور باطل میں تمیز کر سکتے ہیں اور اسے پہچان سکتے ہیں کہ یہی حق ہے ۔

ذرا تصّور کیجیے کہ اگر قرآن کو انسان کے وسائل علم پر

اعتماد نہ ھوتا تو قرآنی اعتقادات کی حمایت میں اس استدلال کی کیا ضرورت تھی جس سے قرآن کے صفحات بھرے ھوئے ھیں بلکہ اس سے آگے بڑھ کر قرآن انسان کو آفاق و انفس میں غورو فکر کی دعوت کیوں دیتا اور کیوں کہتا ۔ " سنریھم ایاتنافی الآفاق و فی أنفسھم حتیٰ یتبیّن لھم انہ الحقّ " ۔ [۲] (ھم انھیں آفاق و انفس میں اپنی آیات دکھائیں گے حتی کہ ان پر واضح ھو جائے کہ یہ حق ھے ۔)

بلاشبہ انسان کی نظر دھوکہ کھاتی ھے ، فکر غلطی کرتی ھے، اسکی صلاحیتِ سمع و بصر اور فؤاد ماحول ، خواھشات اور تعصبات سے متاثر ھوتی ھے اور اسی لئے انسانوں کے خالق نے جو فوق کلّ ذی علم علیم (ھر صاحب علم سے زیادہ علم رکھنے والی ھستی ھے) ،رسالت کا سلسلہ جاری کیا ۔ رسول اور خدا کی کتاب تو وہ نور ھے جسکی روشنی میں انسان کو دیکھنے ، سوچنے اور سمجھنے کا صحیح زاویۂ نظر ملتا ھے ۔ انبیاء انسان کو ھر قدم پر انگلی پکڑ کر چلانے کیلئے نہیں آتے بلکہ وہ تو انسان کی فکر و نظر کو صراطِ مستقیم دکھاتے ھیں ، جس سے انسان اپنا زاویۂ نگاہ درست کرتا ھے اور پھر اسکی فکر و نظر بہت دور دیکھنے لگتی ھے اور ساتھ ھی بہت اونچی اور بہت گہری بھی ھو جاتی ھے ۔ پھر الھامی کتب اور انبیا انسان کی صلاحیت علم کو مجلّیٰ اور مزکیٰ کرتے ھیں اور انسان کو اسکی ذاتی خواھشات ، تعصبات اور ماحول کے اثرات سے پاک کرکے اپنی صلاحیتِ علم کا صحیح استعمال سکھاتے ھیں ۔ یہی تزکیۂ نفس کی حقیقت ھے ۔ اس طرح قرآن کے زیر اثر جب صحیح زاویۂ نظر کا حامل مزکیٰ نفس اپنی سمع و بصر اور فؤاد کی صلاحیتوں کا استعمال کرتا ھے تو غلطی کا امکان کم سے کم ھوجاتا ھے ۔

قرآن مجید کا پیش کردہ علمیاتی رجائیت کا یہی تصوّر ھے جس نے ابتدائی عہد کے مسلمانوں میں علمی بیداری کی زبردست لہر پیدا کر دی تھی ۔ چنانہ اس وقت مسلمانوں نے سمع ، بصر اور فؤاد کی قوتوں کا بھرپور استعمال کیا ، انہوں نے ان معلومات کا زیادہ سے زیادہ حصّہ جمع کیا جو

---

[۲] حم السجدة /۵۳

اُن کے ماضی و حال کے انسانوں سے انہیں حاصل ہو سکتاتھا ۔ دوسری طرف خود اپنے مشاہدے سے انھوں نے معلومات انسانی میں بے پناہ اضافہ کیا اور تیسری طرف اِن دونوں اقسام کی معلومات کو مرتب کر کے فوٴاد کے استعمال سے نئے نتائج اخذ کیے ، پرانی معلومات کی غلطیوں کو دریافت کیا اور نقائص کو دور کیا اور جو نئی چیزیں ان کے علم میں آتی رھیں ان سے زیادہ سے زیادہ کام لینے کی کوشش کی ۔ چنانچہ یہ علمی بیداری ھی تھی جس نے ابتدائی عہد کے مسلمانوں کو دنیا کا امام بنا دیا تھا ۔ لیکن جب اپنے دور عروج کے بعد اُن کے زوال کا وقت آیا تو اس طرح کہ انھوں نے تھک ھار کر اپنے کیے ھوے کام کو کافی سمجھ کر مشاہدے سے مزید معلومات حاصل کرنے اور فوٴاد سے اخذ نتائج کا کام چھوڑ دیا اورانکا تمام سرمایۂ علمی صرف سمع سے حاصل شدہ معلومات تک محدود ھو کر رہ گیا ۔ اب ان کے نذدیک علم کے معنی صرف یہ رہ گئے کہ جو معلومات پہلے حاصل کی گئی تھیں اور جو نتائج اخذ کیے گئے تھے وہ کیا تھے ۔ وہ اس غلط فہمی میں پڑ گئے کہ جو علم پہلے حاصل کیا جا چکا ھے وہ کافی ھے اور اس میں کسی اضافے کی ضرورت نہیں ۔ پہلے جو نتائج اخذ کیے جا چکے ھیں وہ صحیح ھیں اور انمیں کسی اصلاح و ترقی کی گنجائش نہیں ۔ پہلےجتنی تعمیر ھو چکی ھیے وہ مکمل ھے ، نہ اس میں ترمیم کی جا سکتی ھے ، اور نہ اس سے آگے تعمیر ممکن ھے ۔ اجتہاد کے دروازے بند کیے جانے کا یہی مفہوم ھے اور یہی وہ مرحلہ ھے جس پر پہنچ کر مسلم امّت دنیا کی امامت سے ھٹا دی جاتی ھے اور امامت و قیادت اس قوم کا حصّہ بنتی ھے جو مزید اکتسابِ علم ، مزید اخذ نتائج اور مزید تعمیر حیات کا عزم لے کر آگے بڑھی ۔ یہاں قرآن کے پیش کردہ ایک قانونِقدرت کا استنباط کیا جا سکتا ھے ، وہ یہ ھے کہ علم ۔ یعنی سمع ، بصر اور فوٴاد کی قوتوں کا زیادہ سے زیادہ استعمال قوموں کے عروج و زوال میں بنیادی کردار ادا کرتا ھے ۔ انسان اپنی صلاحیت اخذِعلم کی بنیادپر دوسری مخلوقات سے افضل ھے اور خود انسانوں کے درمیان وہ گروہ یا قوم جو علم کے مذوکرہ بالا

مفہوم کے اعتبار سے دوسروں سے بڑھ گئی ہو وہ دنیا کی امام بن جاتی ہے۔ قرآن مجید کی آیات ملاحظہ کیجیے۔

" قل ھل یستوی الذین یعلمون و الذین لا یعلمون انما یتذکر اولو الالباب۔" ۵

(ان سے پوچھو کہ کیا علم والے اور بغیر علم والے کبھی یکساں ہو سکتے ہیں۔ بے شک نصیحت تو عقل والے ہی قبول کر سکتے ہیں۔)

ایک اور آیت ملاحظہ کیجیے۔ ۶

" یرفع اللہ الذین آمنوا منکم والذین اوتوا العلم درجٰت "

(تم میں سے جو لوگ ایمان رکھتے ہیں اور جنھیں علم دیا گیا اللہ انھیں بلند درجے عطا کرتا ہے۔)

قرآن ہمیں علمیاتی رجائیت (Epistemological optimism) کا جو تصوّر دیتا ہے وہ بیکن اور ڈیکارٹ کے پیش کردہ رجائیت کے تصوّر سے قطعاً مختلف ہے۔ ان حضرات کا کہنا یہ تھا کہ انسان کو علم حاصل کرنے کے لیے کسی مستند ہستی (Authority) کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہیں، ہر انسان اپنے ذرائع علم آپ رکھتا ہے۔ اس کے پاس حواس کی طاقت ہے جن کو وہ آثارِ کائنات کے محتاط مشاہدے کے لئے استعمال کر سکتا ہے اور ہر ایسے خیال و نظریہ کو قبول کرنے سے انکار کر سکتا ہے جس کا ادراک اس کی عقل اور وجدان واضح طور پر نہ کر سکے۔ ۷ اس کے برخلاف انسان کے ذرائع علم، حصولِ علم میں انسان کے مددگار تو ضرور ہیں مگر ان میں سے کوئی بھی (Ultimate source of knowledge) کی حیثیت نہیں رکھتا۔ ان میں سے ہر ذریعہ ایک طرف تو اپنی پہنچ کے اعتبار سے محدود ہے اور دوسری طرف خود اس انسان کی ذاتی خواہشات اور تعصّبات سے متاثر ہونے کی صلاحیت رکھتا

---

۵ الزمر/۹

۶ المجادلہ /

۷ پاپر، محوّلہ بالا

ہے جو اسے استعمال کر رہا ہو ۔ لہذا قرآن میں ہمیں ایک طرف تو اس غیب کا تصّور ملتا ہے جسے خدا کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور دوسری طرف التباسِ حقیقت یا ابلیس کا تصّور ملتا ہے ۔ نظر آسکنے والی حقیقت بھی خواہشات اور تعصّبات کے پردے کے پیچھے چھپ جاتی ہے یا وہ صحیح زاویہ نظر گم ہو جاتا ہے جسکے بغیر انسان کے ذرائع صحیح کام نہیں کرپاتے۔ لہذا ایک طرف تو قرآن امورِ غیب سے بعض ایسے حقائق کو خود منکشف کر دیتا ہے جو انسانی زندگی سے متعلق ہیں اور جن کا علم عالمِ شہود میں انسان کی نظروفکر کو صحیح زاویہ دینے کے لیے ضروری ہے ۔ قرآن ان امور پر صرف اِس استدلال کے ساتھ کہ ان میں کوئی چیز بھی خلاف عقل نہیں ہے (اگرچہ ماواء العقل) ہو سکتی ہے ، انسان کو ایمان کی دعوت دیتا ہے ۔ اس کے بعد عالم شہود میں بھی قرآن انسان کو جامع قسم کی اصولی ھدایات دیتا ہے جن کی حیثیت نور یا روشنی کی ہے جس سے انسان کا صحیح زاویہ نظر متعیّن ہو جاتا ہے ۔ چنانچہ اس سلسلے میں خود قرآن مجید کی شہادت ہے کہ ۔

" أفمن شرح اللّٰہ صدرہ للاسلام فھوعلی نور من ربّہ فویل للقسیة قلوبھم من ذکر اللّٰہ اولٰئک فی ضلل مبین " [۸]

(اب کیا وہ شخص جس کا سینہ اللّٰہ نے اسلام کے لیے کھول دیا ہے وہ فی الحقیقت اپنے رب کی طرف سے ایک روشنی پر چل رہا ہے پس تباہی ہے ان لوگوں کے لیے جن کے دل اللّٰہ کی نصحیت کے لیے سخت ہو گئے ہیں ۔)

اسی طرح قرآن مجید کی ایک اور آیت میں کہا گیا ہے ۔

" الرکتب انزلناہ الیک لتخرج النّاس من الظلمت الی النّور باذن ربّھم الی صراط العزیز الحمید اللّٰہ الّذی لہ مافی السموات و مافی الارض " [۹]

(یہ کتاب ہم نے تمھاری طرف نازل کی ہے تاکہ تم لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں لاؤ ، ان کے رب کی توفیق سے

---

[۸] الزمر / ۲۰

[۹] ابراھیم / ۱

اُس خدا کے راستے پر جو زبردست ہے ، اپنی ذات میں آپ محمود ہے ، اور زمین و آسمان کی ساری موجودات کا مالک ہے ۔)

آخر میں اس بات کی وضاحت ضروری ہے کہ ایمان کے بعد اس نور کی روشنی میں جو قرآن اور خدا کے رسول کی تعلمات سے حاصل ہوتی ہے جب انسان عملی دنیا میں حصول علم کے ذرائع سمع ، بصر اور فؤاد تینوں کا بھرپور استعمال کرتا ہے تو غلطیوں کا امکان کم سے کم ہو جاتا ہے ، لیکن باقی ضرور رہتا ہے ۔ غلطی کا یہ امکان بڑے کام کی چیز ہے ۔ یہ غلطی کا امکان ہی ہے جو اسلاف کی فراہم کردہ معلومات پر نقدوجرح کے لیے انسان کو مجبور کرتا ہے اور اسے اس بات پر ابھاتا ہے کہ وہ بصر اور فؤاد کا بھرپور استعمال کر کے نئی نئی معلومات کا جائزہ لے ، غلطیوں کی نشان دہی کرے، نقائص کو دور کرے اور نئے نتائج پیش کرے ۔ علم اور سائنس کی ترقی کا سارا راز اسی غلطی کے امکان میں مضمر ہے ۔ جرح و نقد مشاہدہ و تجربہ اور اخذ نتائج کے اس پورے عمل کو اسلامی فلسفے کی اصطلاح میں اجتہاد کا نام دیا جا سکتا ہے ۔ اجتہاد یہی تو ہے ایک شخص پورے شعور اور ایمان کے ساتھ نور یعنی قرآن و سنّت کی روشنی میں اپنی سمع ، بصر اور فؤاد کی قوّتوں کا بھرپور استعمال کر کے کسی معاملے میں کسی نئے نتیجے تک پہنچے ۔ انسان کا اجتہاد صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی ۔ لیکن کتنی پیاری بات کہی تھی خدا کے رسول صلی اللّٰہ علی وسلم نے ان پر لاکھوں درود سلام ہوں کہ "کلّ مجتھد مصیب او مخطئی اذا اصاب فلہ اجر مرّتین واذا اخطأ فلہ اجر واحد " [١٠] (ہر مجتہد اپنے فیصلہ میں صحیح بھی ہو سکتا ہے اور غلط بھی ۔ اگر صحیح ہو تو دگنا اجر اور اگر غلط ہو تو اس کے لیے ایک اجر ہے ۔)

---

[١٠] اسی مفہوم میں مگر الفاظ کے اختلاف کے ساتھ یہ روایت حدیث کی مختلف مستند کتابوں میں موجود ہے ۔ دیکھیے (١) مسند احمد بن حنبل ، ع/١٩٨ اورع/٢٠٢ (٢) بخاری ،باب أجر الحاکم اذا اجتھم فأصاب أو أخطأ (٣) مسلم ،کتاب الأقضیہ (٤) ابوداؤد ، کتاب الأقضیہ